علم کلام اور امام جعفر صادقؑ

سید طیب رضا نقوی
شعبہ دینیات شیعہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق واجماع ہے کہ اصول دین کی معرفت واجب ہے۔ اپنے اپنے ادلہ کے اعتبار سے اسلام کے تمام فرقوں نے اس اجماع کو معتبر جانا ہے۔ فرقہ اثنا عشریہ کے نزدیک اس اجماع کے معتبر ہونے کی دلیل کلامی مسائل میں قاعدۂ لطف ہے جس کے معنی ہیں کہ خدا کا بندوں کے لئے ہدایت کا انتظام کرنا اور انہیں معصیت سے دور رکھنا۔ قاعدۂ لطف کے ضمن میں خدا کی جانب سے پیغمبرؐ اور امامؑ کا مقرر ہونا ہے جن کا مقصد لوگوں کو صحیح راستہ کی راہنمائی اور انہیں گمراہی سے بچانا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ تمام مسلمان غلط راہ پر گامزن رہیں اور راہنما خاموش رہے۔ اس طرح نقضِ غرض لازم آئے گی جو محال ہے اور اس کے تقرر سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ تمام لوگوں کا کسی امر پر اجماع واتفاق کرنا اور راہنما کا خاموش رہنا اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ وہ اس کام کو غلط نہیں سمجھتا۔ اہلسنت کے نزدیک یہ اجماع اس لئے معتبر ہے کہ ان کے یہاں پیغمبرؐ سے منسوب ایک یہ حدیث ہے۔ ''لاتجتمع امّتی علی خطا'' یعنی میری امت غلطی پر اتفاق نہیں کرسکتی۔

نیز یہ کہ یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ تمام علماء اسلام (شیعہ واہل سنت) کا عقیدہ ہے کہ دینی عقائد میں تقلید صحیح نہیں ہے۔ ان کے دقائق ورموز کا فہم اجتہاد وتحقیق کی بنیاد پر ہے۔ چنانچہ تمام مراجع تقلید نے اپنے اپنے رسائل عملیہ میں اس بات کی جانب توجہ دلائی ہے کہ اصول دین میں تقلید نہیں ہوتی لہٰذا ہر شخص کو اپنے علمی کمال اور فہم کی اساس پر عقائدی مسائل پر تحقیق واستدلال کرنا چاہئے تقلید جائز نہیں ہے جملہ علوم کے درمیان جو علم اس جہت وخوبی کا حامل ہے جس کے ذریعہ انسان استدلال ومنطق بروئے کار لاکر اپنے عقائد جان سکتا ہے وہ فقط علم کلام ہے۔

علم کلام کیا ہے؟ علم کلام قدیم ترین اسلامی علوم میں سے ایک ہے جس کے فوائد بکثرت ہیں۔ جس طرح ہر علم کسی نہ کسی ہدف ومقصد کے لئے وضع اور اس کی تدوین کی جاتی ہے علم کلام بھی اس اصول اور قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تمام علوم کی ارزش واہمیت کے لئے بیان کیا جاتا

ہے کہ کسی بھی علم کی ارزش اس کے موضوع اور غایت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے علم کلام باارزش ترین علم ہے جس میں نظام ہستی، ذات خدا اس کے صفات جمال وجلال نیز انبیاء وآئمہ علیہم السلام کی عصمت اور جبر وتفویض جیسے مسائل سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ اس کے خاص موضوعات ہیں جس علم کا موضوع تمام موضوعات سے بلند ترین ہوگا اس کے غرض ومقصد بھی بلند ترین ہوں گے۔

علامہ شبلی کی تالیف ''الکلام'' کے حصہ اوّل کے مقدمہ پر علم کلام کی تعریف سید سلیمان ندوی نے اس طرح بیان کی ہے ''علم کلام اس فن کا نام ہے جس میں مخالفین مذہب کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا جواب دیا اور عقائد حقہ کو عقلی ونقلی دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے'' ۔[۱]

استاد مرتضیٰ مطہری علم کلام کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں۔

''علم کلام وہ علم ہے جو اسلامی عقائد یعنی اسلامی نقطہ نظر کے اعتبار سے جن چیزوں کا اعتقاد رکھنا چاہئے ان سے بحث کرتا ہے۔ ان کی وضاحت کرتا ہے ان پر استدلال کرتا ہے اور ان سے دفاع کرتا ہے۔'' [۲]

علم کلام کا سرچشمہ امین الاسلام طبرسی نے آیہ کریمہ کے فلاتطع الکافرین و جاھد ھم بہ جھاداً کبیراً [۳]

یعنی آپؐ کافروں کے کہنے میں نہ آئیں اور ان سے آخر دم تک جہاد کرتے رہیں۔ ذیل میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

وفی ھذا دلالة علی ان من اجل الجھاد واعظمه منزلةً عند الله سبحانه جھاد المتکلمین فی حل شبه المبطلین واعداالدین) [۴] پس یہ واضح ہوا کہ خدا وندعالم کے نزدیک باعتبار مقام ومنزلت عظیم ترین جہاد دشمنان دین کے شبہات اور پیروان باطل کے مقابل متکلمین کے جوابات ہیں۔

علاّمہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الکلام'' میں علم کلام کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ کلام ہے جو فلسفہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا [۵] مزید علامہ شبلی ''علم کلام عقلی'' کے ذیل میں اس کے آغاز سے متعلق اس طرح تحریر کرتے ہیں ''بنی امیہ کے زمانے تک یہ مباحث اور مناظرے مسلمانوں

ہی میں محدود رہے لیکن عباسیوں کے عہد میں یہ دائرہ زیادہ وسیع ہوا۔ عباسیہ کے زمانے میں تعلیم کو نہایت وسعت ہوئی۔ مجوسی یہودی عیسائی وغیرہ اسلامی درسگاہوں میں علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور اسی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی خیالات سے واقف ہونے کا ان کو موقع ملتا تھا۔ اس کے ساتھ عباسیوں نے (بنی امیہ کے خلاف) لوگوں کو مذہبی چھوٹ دے رکھی تھی۔ جو شخص جو چاہتا تھا کہہ سکتا تھا۔ اس طرح دوسری قوموں کو جرأت اور موقع حاصل ہوا کہ اسلامی عقائد پر ردّ وقدح کرسکیں ان سب پر یہ مستزاد ہوا کہ خلیفہ منصور نے دنیا کی تمام زبانوں کی علمی اور مذہبی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کرائیں۔ ان کو پڑھ کر مسلمانوں میں سینکڑوں آدمیوں کے عقیدے متزلزل ہوگئے۔

''علم کلام پیدا ہونے کے اسباب'' کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ اس بات کے مقتضی تھے کہ علماء اسلام نے جس طرح اسی قسم کی ضرورتوں سے نحو، لغت، تفسیر، بلاغت اور دیگر فنون مدوّن اور ایجاد کئے تھے اسی طرح خود اپنی خواہش سے علم کلام بھی ایجاد کرتے لیکن علم کلام کی یہ اور زیادہ خوش قسمتی تھی کہ سلطنت کی طرف سے بھی تحریک ہوئی یعنی عباسی خلیفہ مہدی (ہارون رشید کے کا باپ) نے جو ۱۵۸ھ میں تخت نشین ہوا، علمائے اسلام کو حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کئے جاتے ہیں اس کے لئے کتابیں لکھی جائیں۔

جب ہم شیعی مصادر وکتب میں علم کلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا آغاز کسی خاص بادشاہ یا حکومت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہمارے آئمہ علیہم السلام کے سامنے جب بھی اس طرح کے مسائل پیش آئے آپ نے ان کے شافی ووافی جوابات دئے اور دین میں شبہات پیدا کرنے والوں کو قائل فرمایا۔ جس کے ثبوت ہمیں نہج البلاغہ سے ملتے ہیں۔ چنانچہ جنگ صفین کے موقع پر مسئلہ تحکم پر جب خوارج نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ''لاحکم الاّ للّٰہ'' یعنی حکم کرنے کا حق خدا کے علاوہ کسی کو نہیں۔

اس وقت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ''کلمة حق یراد بها الباطل'' یعنی یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے مقصود باطل ہے۔ اس کی تشریح میں شارح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خدا کے ارشاد ''انّ الحکم الاّ للّٰہ'' کے معنی ہیں جب وہ اپنے افعال سے کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ واقع ہوکر رہتا ہے۔ کیا آپ اس سے قبل والی آیت کے فقرہ کی جانب نہیں دیکھتے جس میں ارشاد ہوتا ہے۔

" یَابَنِیَّ لاتَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِی عَنکُمْ مِنَ اللّٰهِ

مِنْ شَیْءٍ إِنْ الْحُکْمُ إِلاَّ لِلَّهِ " ے یعنی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے بطور نصیحت کہا اے فرزند! (دیکھو خبردار) سب کے سب ایک ہی دروازہ سے داخل نہ ہونا (کہ نظر نہ لگ جائے اور متفرق دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اس (بلا،کو جو) خدا کی طرف سے (آئے) کچھ ٹال بھی نہیں سکتا حکم تو (دراصل) خدا ہی کے واسطے ہے۔ میں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ ے) یعنی جب خدا کی جانب سے جو بلا تم پر نازل ہوگی وہ تم سے ٹل نہیں سکتی پھر جناب یعقوب نے فرمایا "انّ الحکم الاّ للّٰہ" حکم تو دراصل خدا ہی کا ہے۔ یعنی کوئی زندہ ایسا نہیں ہے جس کا حکم حتمی اور لازمی طور پر نافذ ہوکر رہے بجز حي وقیوم کے۔ اس کلمہ کے معنی ہیں خوارج نے گمراہی اختیار کی اور تحکیم کے متعلق حضرت علیؑ پر اعتراض کردیا اور کہنے لگے یہ کس طرح حکم کر سکتے ہیں۔ خدا تو اس طرح ارشاد فرماتا ہے "انّ الحکم الاّ للّٰہ" انہوں نے مشترک لفظ کے سبب مغالطہ کیا یہ وہ حکم ہے ہی نہیں۔ پس انہوں نے کلمہ حق کہا تھا لیکن اس سے ان لوگوں نے غلط مراد لی۔ اس لئے کہ پہلے مفہوم کے اعتبار سے صحیح ودرست ہے۔ اس سے خوارج کی مراد ہر حکم کا انکار کرنا تھا جو غیر خدا سے صادر ہو اور یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ خدا نے بیشتر احکام میں مخلوقین کے احکام پر امضاء درست وصحیح فرمایا ہے۔

امام علیؑ سے توحید اور عدل الٰہی کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "التّوحید الاّ تتوھّمہ، والعدل الا تتھمہ"۔ اس کی شرح ابن ابی الحدید معتزلی اس طرح بیان کرتے ہیں "الا تتوھمہ" یعنی ذات پروردگار کے متعلق وہم مت کرو کہ وہ جسم ہے صورت ہے یا کسی مخصوص جہت میں ہے یا کسی جہت وسمت میں مائل ہے یا انوار سے ہے، یا اعراض سے جنس ہے جو کسی محل ومقام میں مستقر ہوئی ہے البتہ دوسرا رکن (الا تتھمہ) یعنی خدا کی ذات کو متّہم نہ کرو کہ اس نے آپ کو فعل قبیح پر مجبور کیا ہے اور وہ اس پر عذاب کرے گا۔ اس بات کی نسبت اس کی جانب ہرگز نہیں دی جاسکتی اس لئے کہ اس طرح کذّاب اور عاجز لوگ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں نہ ہی خدا کو متّہم کرو کہ اس نے تکلیف مالا یطاق دی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مسائل ہیں جنہیں ہمارے علماء نے تفصیل سے بیان کیا ہے فعل واجب پر ثواب کا عطا کرنا لازمی ہے اس کے وعدے اور وعید ہوکر رہیں گے۔

معارف دینی اور معرفت الٰہی کی تحقیق اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ رہبران اسلام نے اس مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اگر سخت اور دشوار ترین حالات میں بھی اس قسم کے مسائل

آئمہ حضرات سے دریافت کئے جاتے تو آپ حضرات اس کا ثانی وکافی جواب عنایت فرماتے۔ یہ نہیں کہتے کہ اس وقت جنگ کا ماحول ہے اس کا جواب کسی اور دن دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت علیؑ اصحاب جمل سے جنگ کرنے جارہے تھے آپ کے ہمراہ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ توحید کی وضاحت چاہی۔ آپ کے ہمراہ دیگر افراد نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس مسئلہ کا پیش کیا جانا مناسب نہیں سمجھا اور اس سے انکار کیا۔ امامؑ نے ان کے اس انکار کو بے محل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

دعوہ فان الذی یریدہ الاعرابی ھو الذی نریدہ من القوم " یعنی اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اس لئے کہ جو یہ چاہتا ہے وہی چیز ہے جسے ہم ان لوگوں (اصحاب جمل) سے چاہتے ہیں اس وقت حضرت نے خدا کی وحدانیت اور اس کی وحدانیت سے مراد امر کی دقیق تحلیل فرمائی ۔۹

امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں کی تعداد مورخین نے چار ہزار تک تحریر کی ہے جن میں سے بعض آپ کے خصوصی شاگرد تھے جن کی حضرت نے خاص طور پر تربیت فرمائی تھی۔ انہیں میں ایک ہشام ہیں جو لوگوں سے مناظرہ کرتے اور کلامی بحثوں کے ذریعے انہیں قائل کرتے۔ جس کے نتیجے میں وہ مذہب حق قبول کر لیتے تھے۔ آپ سے کلامی سوال وجواب پر مشتمل بیشتر روایات اصول کافی میں موجود ہیں ان میں سے بعض وہ مناظرے ہیں جو آپ کے اور فاسد العقیدہ افراد کے درمیان انجام پائے اور بعض وہ روایات ہیں جن میں انہوں نے خود امامؑ سے سوالات کئے ہیں۔انہیں میں سے ایک یہ روایت ہے جسے ہم ذیل میں بیان کررہے ہیں۔

ہشام بن الحکم نے امام صادقؑ سے اسماء الٰہیہ اور ان کے اشتقاق کے متعلق سوال کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اے ہشام اللہ مشتق ہے الہ سے اور الٰہ کے لئے ضروری ہے کہ عبادت کرنے والا بھی ہو، اور اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے پس جس نے معنی چھوڑ کر نام کی عبادت کی اس نے کفر کیا اور کسی چیز کی بھی عبادت نہیں کی اور جس نے نام ومعنی دونوں کی عبادت کی اس نے شرک کیا اور دو کی عبادت کی۔ اور جس نے فقط معنی کی عبادت کی تو یہ توحید ہے۔ اے ہشام تم سمجھ گئے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیے۔فرمایا: اللہ کے ۹۹ نام ہیں اگر ہر نام ایک ذات ہوتا تو ہر نام ایک معبود بن جاتا لیکن اللہ کا ایک مفہوم ہے جو ان سب ناموں پر دلالت کرتا ہے اور وہ مفہوم ان تمام اسماء کا غیر ہے۔ اے ہشام سمجھو روٹی ایک ماکول دکھائی جانے والی) چیز کا نام ہے۔ پانی ایک مشروب چیز کا نام ہے۔ لباس

ایک ملبوس چیز کا نام ہے۔ آگ ایک جلانے والی چیز کا نام ہے۔ اے ہشام تم سمجھ گئے اب اس دلیل سے ہمارے دشمنوں کو رد کرنا۔ جو اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو بھی معبود بنائے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: خوب سمجھ لیا۔ ہشام کہتے ہیں واللہ اس مئلہ توحید میں کوئی مجھ پر غالب نہیں آیا اور میں ہر جگہ اپنے مقام پر قائم رہا۔ امام جعفر صادقؑ کے مخصوص شاگردوں کے شاگرد حسب ذیل ہیں:

محمد بن عبد اللہ بن مملک اصفہانی:

یہ پہلے مسئلہ امامت میں معتزلہ عقیدہ پر تھے لیکن بعد میں عبد الرحمٰن بن احمد بن جبریہ (جو امامیہ کے زبردست متکلمین سے تھے) کے ذریعے مکتب امامیہ سے وابستہ ہوگئے تھے۔ [۱۱]

عبد اللہ زندیق:

یہ شخص مصر میں مقیم تھا امام صادقؑ کی شہرت سن کر آپ سے مناظرہ کرنے مدینہ وارد ہوا اس وقت امامؑ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ بھی مکہ پہونچ گیا۔ حضرت کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ طواف خانہ کعبہ میں مصروف تھے۔ اس نے امامؑ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ امامؑ نے اس سے اس کا نام دریافت کیا اس نے کہا عبد الملک۔ امامؑ نے کنّیت دریافت کی، اس نے کہا ابو عبد اللہ۔ امامؑ نے فرمایا جس کا تو بندہ ہے وہ فرمان روا کہاں ہے آیا، وہ زمین کا فرمان روا ہے یا آسمان کا، وہ خدا تیرا فرزند ہے جس کا تو بندہ ہے۔ زمین کا خدا ہے یا آسمان کا؟ جس کو بھی انتخاب کرے گا مغلوب ہوجائے گا۔ یہ سن کر عبد الملک ساکت وخاموش ہوگیا اور کچھ نہیں بولا۔ ہشام بن حکم نے کہا آیا تو کچھ کہنا نہیں چاہتا؟ اس نے کہا ''قبح قولی'' یعنی حضرت نے پہلے ہی میری بات تباہ وبرباد کردی۔ [۱۲]

عبد اللہ دیصانی کا امام صادقؑ سے وجود خدا کے متعلق مناظرہ بہت زیادہ مشہور ہے۔ جس کے آخر میں اس نے گذشتہ عقیدہ سے توبہ کرتے ہوئے دین اسلام اور شیعہ مسلک کی جانب رجوع کیا۔ [۱۳]

آخر کلام میں ہم امام صادقؑ کے بیان کردہ صفات الٰہیہ بیان کررہے ہیں۔ عبد الملک بن اعین نے امامؑ کے نام عراق سے خط تحریر کیا کہ یہاں کچھ لوگ خدا کی شکل وصورت اور اس کے نقش ونگار معین کرتے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ اس سلسلے میں صحیح راستہ کی ہدایت فرمائیں۔ آپ نے تحریر فرمایا

تم نے اپنے ہم وطن لوگوں کے عقیدہ کے بارے میں دریافت کیا ہے تو یادرکھو کہ خدا بلند وبالا اور بے مثل ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ اس کو مخلوق سے تشبیہ دینے والے افترا پرداز اور غلط گو ہیں۔ یاد رکھو توحید کے بارے میں صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اللہ کو کسی کی شبیہ نہ بناؤ اور نہ اس کے احکام کو بالکل الگ تصور کرو۔ وہ ثابت وموجود ہے لیکن دنیا کے وصف کرنے والوں سے اجل وارفع ہے، دیکھو قرآن سے تجاوز نہ کرو ورنہ ایمان کے بعد بھی گمراہ ہوجاؤ گے۔[۱۶]

حوالے

۱۔الکلام، مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۴ء طبع سوم، ص ۱۔

۲۔ شہید مطہری، آشنائی باعلوم اسلامی (کلام وعرفان) درس اول، ص ۱۴۳، چاپ دفتر انتشارات اسلامی (منقول از درسہا ازعلم اصول ص ۴۰)۔

۳۔سورہ فرقان، آیت ۵۲۔

۴۔مجمع البیان، ج ۸ ص ۱۷۵ (طبع بیروت)۔

۵۔حصہ اوّل الکلام علّامہ شبلی نعمانی، مسعود پبلشنگ ہاؤس بلاسس اسٹریٹ کراچی پاکستان طبع اوّل ۱۹۶۴، ص ۳۶

۶۔الکلام، علامہ شبلی حصہ اول ۔ص ۳۵۔

۷۔سورہ یوسف، آیت ۶۷۔

۸۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، کلمات قصار نمبر ۴۷۰ ،ص ۲۲۷ ،منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمی المرعشی النجفی قم ایران۔ ۱۴۰۴ھ جلد ۱۰۲۰۔

۹۔صدوق، توحید باب ۳، ص ۸۳، ج ۳ (طبع دار المعرفہ)۔

۱۰۔الشّافی، ترجمہ (اصول کافی جلد اوّل) ثقفۃ الاسلام شیخ محمد یعقوب کلینی۔ ناشر نظامی پریس۔ وکٹوریہ اسٹریٹ۔لکھنؤ۔

۱۱۔نجاشی، رجال، ص ۱۶۴، طبع داوری) منقول از (درسہائے از علم کلام) جلد اوّل مؤلف حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر حبیب اللہ طاہری، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم تاریخ انتشار ۱۳۸۱، ص ۴۲۔

۱۲۔ایضاً، ص ۴۳

۱۳۔اصول کافی، ج ۱، کتاب التوحید، باب ۔۱

۱۴۔کافی، ص ۱۰۰۔